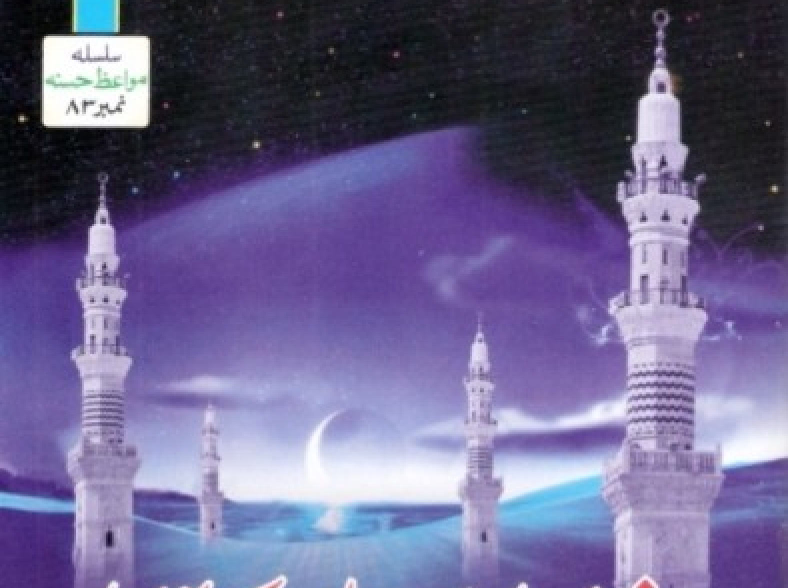

سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۸۳

نسبت مع اللہ کے آثار

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: نسبت مع اللہ کے آثار

نامِ واعِظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالھم علینا الی مأة و عشرین سنة

تاریخ وعظ: ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۰۷؁ھ مطابق ۹؍مئی ۱۹۸۷؁ء بروز ہفتہ

وقت: گیارہ بجے دن

مقام: ڈھاکا نگر، ڈھاکہ

موضوع: نسبت مع اللہ اور اس کے حصول کا طریقہ

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ صاحب خادمِ خاص حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزِنگ: مفتی محمد عاصم صاحب، مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعتِ اوّل: ذوالحجہ ۱۴۳۰؁ھ مطابق دسمبر ۲۰۰۹؁ء

تعداد: ۱۲۰۰

ناشِر: کُتب خانہ مَظہَری

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

صفحہ	عنوان
٦	الہامِ فجور کے اسرار
۸	حرام خواہشات کے انہدام سے نسبت مع اللہ کی تعمیر ہوتی ہے
۱۱	خواہشات کے ویرانے میں خزانۂ تقویٰ کی مثال
۱۱	حرام خواہشات سے بچنے کا غم اُٹھانا ہی تقویٰ ہے
۱۴	آیت وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى سے ایک مسئلۂ سلوک کا استنباط
۱۵	تزکیۂ نفس پر فلاح کا وعدہ ہے
۱٦	اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اللہ تعالیٰ سے محبت کا عہد ہے
۱۷	صحبتِ اہل اللہ روح کی کلیوں کے لیے نسیمِ سحری ہے
۱۹	عطاءِ نسبت کی علامات مع تمثیلات
۲۲	خانقاہ تھانہ بھون کی اجمالی تاریخ
۲۳	خانقاہ کے معنیٰ

۲۴	شیخ کی اپنے بعض مرید پر خاص شفقت
۲۵	بڑے پیر صاحب کا ارشاد
۲۶	مولانا رومی کی مولانا حسام الدین سے محبت
۲۷	آفتابِ نسبت مع اللہ کو حسد کی خاک نہیں چھپا سکتی
۲۸	گناہ کے تقاضوں سے گھبرانا نہیں چاہیے
۲۸	حفاظتِ نظر پر حسنِ خاتمہ کی بشارت
۲۹	نسبت مع اللہ کے حصول کا واحد راستہ اہل اللہ کی محبت ہے
۳۱	اہل اللہ کو آزمانا نادانی ہے
۳۳	توبہ سے رِند بادہ نوش بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے
۳۴	حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زازان کا واقعہ
۳۴	ارواحِ عارفین کی مستی و سرشاری
۳۷	عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان سے نجات کا طریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نسبت مع اللہ کے آثار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلاَ مٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا

الہامِ فجور کے اسرار

جس اللہ نے ہمارے نفس کو تخلیق فرما کر یہ ارشاد فرمایا **اَلاَ یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ** وہ اللہ اپنی مخلوق کے حال کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ اُس نے ہمارے نفس میں اخلاقِ رذیلہ اور اخلاقِ حمیدہ دونوں چیزیں رکھ دیں **فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا** اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر مادّۂ فجور بھی رکھا اور مادّۂ تقویٰ بھی رکھا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ مادّۂ تقویٰ رکھتے اور مادّۂ فجور نہ رکھتے تو سب لوگ بڑی آسانی سے متقی ہو جاتے، یہ غلط خیال نادانی و جہالت پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ افعال میں اپنی عقل لڑا رہا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ بریانی پکاؤ مگر کوئلہ یا لکڑی وغیرہ کا ایندھن نہ ہو، آگ نہ ہو تو ایسے شخص کو آپ پاگل کہیں گے۔

تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مادّۂ فجور یعنی نافرمانی اور شہوت کے گناہوں کے تقاضے نہ پیدا کرتا، صرف عبادت کے تقاضے پیدا کرتا تو اس سے بڑا جاہل کوئی نہیں ہے۔ مادّۂ فجور پیدا کرنے کی دو حکمتیں ہیں، ایک یہ کہ اگر گناہوں کے تقاضے نہ ہوتے تو سب انسان فرشتے ہوجاتے پھر انسان کو پیدا کرنے کے کیا معنیٰ تھے اور نمبر دو یہ کہ تقویٰ کی بریانی ہی نہ پکتی، تقویٰ کی بریانی پکتی ہی مادّۂ فجور کے ایندھن سے ہے بشرطیکہ اس ایندھن کو اللہ کے خوف کے چولہے میں جلایا جائے، ایندھن کھایا تھوڑی جاتا ہے، جو گناہوں کے تقاضوں پر عمل کرلیتا ہے گویا اس نے وہ ایندھن کھالیا جو اللہ تعالیٰ نے پکانے کے لیے دیا تھا۔

اگر کسی شخص کو کوئی کریم یہ کہہ دے کہ چاول لے لو، گھی لے لو، گوشت لے لو، لکڑی اور کوئلہ بھی لے لو اور بریانی پکا لو یعنی مادّۂ بریانی بھی لے لو اور مادّۂ ایندھن بھی لے لو تو کیا آپ اس کو یہ کہیں گے کہ کاش یہ چاول گوشت تو دے دیتا مگر لکڑی کوئلہ نہ دیتا یعنی آگ نہ دیتا لیکن آپ دونوں نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو مادّۂ فجور کو آپ بھی نعمت بنا سکتے ہیں، مادّۂ فجور اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہے یعنی قبیح لنفسہٖ ہے مگر اسی قبیح لنفسہٖ کو آپ محمود لغیرہ بنا سکتے ہیں جیسے لکڑی کا ایندھن فی نفسہٖ کوئی چیز نہیں ہے لیکن اس کو چولہے میں ڈال کر اس سے بریانی پکا لیتے ہیں اور دوسری مثال سنیے۔ گوبر کتنا نجس ہے لیکن جب وہی گوبر خشک ہو کر اُپلا بن جاتا ہے تو اس کو چولہے میں ڈال کر اس پر کھانا پکا لیتے ہیں، تو نجاستیں بھی کام آگئیں۔ اسی طرح مادّۂ فجور تقویٰ کے چولہے میں ڈالنے کے لیے دیا گیا ہے کھانے کے لیے نہیں دیا گیا، اسی لیے فجور کو مقدم فرمایا کہ اگر مادّۂ فجور کی آگ ہی نہیں جلے گی تو تقویٰ کی بریانی کیسے پکے گی؟ موقوف علیہ پہلے پڑھایا جاتا ہے بخاری کا درس بعد میں دیا جاتا ہے، مادّۂ فجور تقویٰ کا

موقوف علیہ ہے اس لیے اس کو مقدم فرمایا کہ گناہ کے تقاضے پیدا ہوں اور ان کو روکو، ان پر عمل نہ کرو تو تقویٰ کا نور پیدا ہوگا، جب گناہ سے بچنے میں نفس کو تکلیف ہوگی تو روح میں فوراً نورِ تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ یہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں۔

اور نور کیوں پیدا ہوتا ہے؟ کیونکہ یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ گناہ سے بچنے میں نفس کے تقاضوں کو روکنے میں نفس کو بہت تکلیف ہوتی ہے، یہ بہت چلّاتا ہے، بہت شور مچاتا ہے کہ ملا عورتوں کو دیکھنے سے منع کررہا ہے، اب جینے میں کیا مزہ رہے گا، یہ کیسا راستہ ہے کہ تمام خواہشات پر عمل کرنے سے چھڑایا جارہا ہے، یہ کون سی زندگی ہے جس میں ایک حرام خواہش بھی پوری نہ ہو۔

حرام خواہشات کے انہدام سے نسبت مع اللہ کی تعمیر ہوتی ہے

لیکن دوستو! یہ بتایئے کہ اگر آپ کا ایک ٹوٹا ہوا جھونپڑا ہے جس میں لیٹرین بھی نہیں ہے، گندگی سے بھرا ہوا ہے اور کوئی کریم اور مہربان بادشاہ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے اس مکان کو ڈھادو تو ہم تمہیں ایک نئی شاندار عمارت بنا کر دیں گے یا سعودی حکومت یہ اعلان کرتی ہے کہ ہم مسجدِ نبوی کے قریب کے مکانات ڈھانا چاہتے ہیں اور مسجدِ نبوی کی توسیع کرنا چاہتے ہیں اور اگر تمہارا مکان ایک لاکھ کا ہے تو ہم تم کو پچاس لاکھ دیں گے تو آپ لوگ تمنا کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ مسجدِ نبوی کی توسیع کے لیے ہمارا مکان حکومت کی نظر میں آجائے تاکہ ایک لاکھ کے پچاس لاکھ ملیں تو اللہ تعالیٰ نے ہماری خواہشات کے مکانوں کو گرانے کا جو حکم دیا ہے کہ جو بری بری خواہشات اور گندے گندے تقاضے ہیں مثلاً عورتوں کو دیکھنے کے، لڑکوں کو دیکھنے کے، عشقِ مجازی کے، جھوٹ بولنے کے، بے جا غصہ کے، ان خبیث مادّوں کو اگر تم گرا دو یعنی دل میں بری

خواہشات کے مکان کو ڈھادو تو اس سے کچھ دن کے لیے تو تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ دل ویران ہوگیا لیکن میں اس ویرانی میں اپنی محبت کا اور نسبت مع اللہ کا خزانہ رکھ دوں گا۔

یہ صحنِ چمن، یہ لالہ وگل ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریبِ جنوں کے پردے میں تعمیر کے ساماں ہوتے ہیں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی محبت میں اپنی خواہشات کو برباد کردو گے تو ۔

گنج در ویرانی است اے میرِ من

اے دوستو! نسبت مع اللہ کا خزانہ دلِ ویران کو عطا ہوتا ہے، ذرا سوچو کہ گندی خواہشات کو اللہ کے تعلق سے کیا نسبت ہے، نسبت مع اللہ کے سامنے ان خواہشات کی کیا حقیقت ہے، ارے جیتے جی زندگی میں لوگ ان خواہشات سے دستبردار ہوجاتے ہیں، ریٹائر ہوجاتے ہیں، زیادہ بڑھے ہونے کے بعد آنکھیں دیکھ نہیں پاتیں، آنکھوں پر اتنے گہرے چشمے لگتے ہیں کہ آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتا ہے، پیر ہیں مگر لنگڑا کر چل رہا ہے، کان ہیں سنائی نہیں دیتا، جب بڑھاپا آجاتا ہے تو جیتے جی حواسِ خمسہ باطل ہوجاتے ہیں اور پھر مرنے کے بعد روح نکلتے ہی دنیا بھر کے حسینوں کو لے آؤ اور مردے سے کہو کہ ذرا کفن سے جھانک کر دیکھو، یہ وہی تو ہیں جن کو تم دیکھتے تھے، یہ وہی امرد ہیں جن کے لیے تم خبیث حرکتوں میں مبتلا تھے، جن کو دیکھ کر تم پاگل ہوجاتے تھے، جن کی وجہ سے تم بایزید بسطامی کی صورت میں ننگِ یزید حرکتیں کرتے تھے، اب دیکھو نا! لیکن مردہ بزبانِ حال اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھتا ہے ۔

قضاء کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

جب موت آجاتی ہے تو مردہ کی آنکھ کھول کر بیوی کہے کہ ہم کو ایک نظر دیکھ لو تو مردہ کی آنکھ کھلی ہوتی ہے مگر کچھ نظر نہیں آتا، بچے کہتے ہیں کہ ابا جان مجھے دیکھ لو مگر ابا جان اب انہیں دیکھ سکتے، منشی سیٹھ صاحب سے کہتا ہے کہ کاروبار میں بہت نفع ہوا ہے مگر سیٹھ صاحب اب نوٹوں کو نہیں دیکھ سکتا، اس کے لیے شامی کباب، کپڑے، گھڑی سب بے کار ہے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ مرکر ساری خواہشات کو چھوڑنا پڑے گا لیکن اب اس پر کوئی اجر نہیں ہے کیونکہ یہ مجبوری کا چھوڑنا ہے لہٰذا جیتے جی ہم زندگی خدا پر فدا کردیں، جیتے جی بری خواہشات کو ترک کردیں اور اس کے لیے اپنے اختیار کو استعمال کریں کیونکہ گناہ چھوڑنا ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں گناہ چھوڑنے کا اختیار نہیں ہے وہ غلط کہتے ہیں۔ اختیار تو ہے مگر گناہ چھوڑنے کی تکلیف برداشت کرنا نہیں چاہتے، اگر تمہیں صحابہ جیسی روح عطاء ہوجائے، تمہارے دِلوں میں شہداء کی روح داخل ہوجائے تو جان تک دینے کے لیے تیار ہوجاؤ گے اور کیا نظر بچانے سے آپ کی روح نکل جائے گی؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستہ میں خدائے تعالیٰ سالکین کی صرف آدھی جان لیتے ہیں مگر آدھی جان لے کر اس پر صدہا جانیں برسا دیتے ہیں۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

(جامع عرض کرتا ہے کہ بیان کے دوران بعض لوگوں نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ جو دورانِ بیان آنکھ بند کر کے دل کو حاضر کرتے ہیں یا یکسوئی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آنکھ بند کرنے

سے چونکہ شکل سونے والوں کی بن جاتی ہے اور شکل بنانے سے حقیقت بھی اُتر سکتی ہے یعنی آپ حقیقت میں بھی سو سکتے ہیں لہٰذا بیان کے دوران آنکھیں کھلی رکھیں۔)

تو جن اولیاء اللہ نے مجاہدے کیے ہیں اور گناہ چھوڑے ہیں اور صاحبِ نسبت اور صاحبِ تقویٰ ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے خزانے سے مالا مال ہوئے ہیں، بادشاہوں نے ان کی جوتیاں اٹھائی ہیں اور گناہوں کو چھوڑ کر انہوں نے اپنے قلب میں اتنی بڑی دولت محسوس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتے ہیں کہ سور اور کتے کی زندگی سے آپ نے اولیاء اللہ اور اپنے دوستوں کی پاکیزہ حیات عطاء فرمائی۔

خواہشات کے ویرانے میں خزانۂ تقویٰ کی مثال

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے سلوک کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، فرماتے ہیں کہ خواہشات کو ویران کرنا ایسا ہی ہے جیسے ویرانے میں لوگ خزانہ دفن کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے خواہشات پیدا کیں، مادّۂ فجور پیدا کیا پھر حکم دیا کہ اس پر عمل نہ کرو یعنی اس سے رکنے کا حکم دیا اور اس طرح خواہشات کو ویران کر کے اس میں تقویٰ کا خزانہ رکھ دیا، فجور اور نافرمانی کے حرام تقاضوں کو روکنے ہی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔

حرام خواہشات سے بچنے کا غم اُٹھانا ہی تقویٰ ہے

اب آپ تقویٰ کی تعریف سن لیجئے، تقویٰ کی تعریف ہے **کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی** جو اپنے ھَوٰی کو روکے اور ھَوٰی کسے کہتے ہیں؟ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ ھَوٰی یَھْوِیُ سے ہے یعنی گر جانا۔ تو جو نفس کی اتباع کرتا ہے وہ نفس کے غار

میں گر جاتا ہے، ھَویٰ صاحبِ ھَویٰ کو ذلت کے غار میں گرا دیتی ہے لیکن جو شخص اپنی خواہشات کو روک لیتا ہے اور دل پر اس کا غم اُٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ متقی ہوجاتا ہے وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور ڈرنے کی علامت کیا ہے؟ وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے روک لیتے ہیں اور نفس کو ناجائز خواہشات سے روک لینے کا نام ہی تقویٰ ہے، کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی یعنی بری خواہشات کو روکنا اور ان پر عمل نہ کرنا۔

جیسے اگر گیند میں ہوا نہ ہو تو آپ اس سے کھیل سکیں گے؟ اسی طرح تقویٰ کی گیند ہے جس میں ھَویٰ یعنی خواہشاتِ نفسانیہ کی ہوا بھری ہوئی ہے آپ اس کو جتنا پٹخیں گے اور ھَویٰ جتنی زیادہ ہوگی تقویٰ کی گیند اتنی ہی اوپر جائے گی تو جن کو نفس کے شدید تقاضے ہوتے ہیں، مزاج عاشقانہ ہوتا ہے، حسین صورتوں کو دیکھنے کے لیے دِل بے چین ہوتا ہے وہ ھَویٰ سے بھری تقویٰ کی اس گیند کو جتنی طاقت سے پٹخیں گے ان کا تقویٰ اتنا ہی اوپر جائے گا، اگر خواہشات نہ دی جائیں، تقویٰ کی گیند میں ھَویٰ نہ ہو تو اسے کیسے پٹخو گے لہٰذا تقوی کی بلندی کے لیے خواہشات کا ہونا ضروری ہے۔

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا کرتے تھے کہ جس میں خواہشات کم ہوں یا بالکل نہ رہیں تو اس کے تقوی میں بھی کمی آجائے گی اس لیے ہمارے بزرگوں نے نفس کو کمزور نہیں کیا، اچھی غذا کھائی اور حضرت فرماتے تھے کہ ہماری تین پشت نے طاقت کے لیے کشتہ بھی کھایا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے کھایا، مولانا تھانوی نے کھایا اور شاہ عبد الغنی صاحب نے کھایا کیونکہ قوتِ باہ

روکنے سے ہی آہ پیدا ہوتی ہے، اگر باہ سے باہٹادو تو آہ بن جاتی ہے اور جب باہ ہی نہ ہوگی تو آہ کہاں سے نکلے گی، علت جب ہوگی جب اس میں دوسرے مادّے بھی ہوں اور اگر خالی حرفِ علت ہی ہے تو پھر کیا نکالو گے؟ اس میں کون سی تعلیل کروگے؟ لہٰذا قوتِ باہ کے لیے اپنی صحت کی حفاظت بہت ضروری ہے یہاں تک کہ حکیم الامت نے علماء کو مشورہ دیا کہ جو حلال بیوی ہے اس کو بھی ضرورتِ شدیدہ پر استعمال کرو اور ضرورت کی تعریف ہے لَوْلَاہُ تَضَرَّرَ اگر وہ نہ ہو تو ضرر پہنچے، یہ نہیں کہ ضرورت نہیں ہے پھر بھی زبردستی خیالات پکا پکا کر بے ضرورت کو ضرورت بنایا جارہا ہے۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کو نصیحت فرمائی کہ دیکھو یہ ایک چھٹانک کا مادّہ منویہ بہت قیمتی سرمایہ ہے، اس کی حفاظت کرو لہٰذا میں طلبہ سے بھی کہتا ہوں اور علماء سے بھی کہتا ہوں کہ جہاں حلال ہے وہاں بھی یہ مادّہ کم استعمال کریں یعنی جن کی شادیاں ہوچکی ہیں وہ بھی اسے کم استعمال کریں، اس بھاپ کو اللہ کے ذکر میں استعمال کریں، قوتِ شہوانیہ سے جذبات رہتے ہیں پھر جب اللہ اللہ کروگے تو محبت سے کروگے، اسی سے رونا بھی آتا ہے، اسی سے جوش و خروش بھی رہتا ہے اور جب بھاپ ہی ٹھنڈی کردوگے تو انجن پڑا شوں شوں کرتا رہے گا، جب کوئلہ، پانی، ایندھن نہ ہوگا تو ریل کیسے چلے گی؟ اسی لیے ہمارے اکابر نے صحت کی حفاظت کے لیے فرمایا ہے کہ جو لوگ ذکر کرتے ہیں وہ سر میں تیل کی مالش بھی کریں، حریرہ بھی کھائیں، مقویات بھی کھائیں اور باغوں میں بھی ٹہلیں اور کچھ دیر اپنے دوستوں سے مزاح بھی کرلیں، خوش طبعی بھی کرلیں، بعض اوقات ہر وقت تنہائی میں رہنے سے طبیعت میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے، اخلاق میں اعتدال قائم نہیں رہتا، انسانوں سے یکسو رہتے رہتے اس میں اخلاقِ وحشیانہ پیدا ہوجاتے ہیں اس لیے دوست احباب سے ملنا جلنا

بھی ضروری ہے اور حکیم الامت فرماتے تھے کہ جب میرا کوئی مرید اپنے پیر بھائی سے ملتا ہے اور محبت کرتا ہے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے یہ کہہ کر فرمایا کہ خواجہ صاحب میں اور مولانا عبدالغنی میں خوب محبت ہے۔ یہ بات حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود سنائی۔ تو دیکھو حکیم الامت نے کیسی کیسی گُر کی باتیں بتائیں کہ جو حلال ہے وہاں بھی اس طاقت کو کم استعمال کرو تاکہ زیادہ دن تک قوت رہے ورنہ ایسے لوگ جلد بڈھے ہوجاتے ہیں، جلد کمر جھک جاتی ہے اور چہرے پر افسردگی طاری ہوجاتی ہے جیسے مرجھایا ہوا پھول اور جن کی قوت جتنی زیادہ ہوگی چہرہ چمکتا ہوا ہوگا۔

آیت وَ زِدۡنٰھُمۡ ھُدًی سے ایک مسئلۂ سلوک کا استنباط

تو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ کوئی مخنث، ہیجڑا ولایتِ خاصہ نہیں حاصل کرسکتا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا میں تو رہے گا لیکن وَ زِدۡنٰھُمۡ ھُدًی کا مقام نہیں پائے گا۔ وَ زِدۡنٰھُمۡ کی تفسیر میں حکیم الامت نے فرمایا اِنَّھُمۡ فِتۡیَۃٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّھِمۡ سے معلوم ہوا کہ ایمان کی برکت سے ولایتِ عامہ تو ان نوجوانوں (اصحابِ کہف) کو حاصل تھی ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مزید ہدایت دے کر مقامِ ولایتِ خاصہ تک پہنچادیا۔ تو ولایتِ خاصہ ہیجڑوں کو نہیں مل سکتی، وہ ولایتِ عامہ ہی تک رہیں گے اس لیے ان کو خلافت دینا درست نہیں ہے چونکہ مِنۡ وَجۡہٍ وہ پورے مرد نہیں ہیں اور انبیاء ہمیشہ مرد ہوتے ہیں اور خلفاء مشائخ ان کے نائب ہیں لہٰذا اگر معلوم ہوجائے کہ کوئی بالکل ہی صفر ہے، مخنث ہے تو مشائخ کو ان سے احتیاط کرنی چاہیے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ یہ قوت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا اس کی حفاظت کرو۔

تزکیۂ نفس پر فلاح کا وعدہ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا وہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرایا تو آپ سب لوگ یہاں کس لیے آئے ہیں؟ اپنے نفس کے تزکیہ کے لیے اور نفس کے تزکیہ پر کیا انعام ملنے والا ہے؟ اَفۡلَحَ پر قَدۡ داخل ہے یعنی یقیناً فلاح پا گیا اور فلاح کے معنیٰ ہیں جَمِیۡعُ خَیۡرِ الدِّیۡنِ وَالدُّنۡیَا دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں۔ علامہ محی الدین ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ لَیۡسَ فِیۡ کَلَامِ الۡعَرَبِ کَمِثۡلِ الۡفَلَاحِ فلاح جیسا جامع لفظ اہلِ عرب کے پاس نہیں تھا جو دین اور دنیا کی تمام بھلائیوں کو شامل ہو۔ اسی لیے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ یعنی کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ کی تفسیر کی ہے اَیۡ تَفُوۡزُوۡنَ فِیۡ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ یعنی دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ۔

لہٰذا جس کو فلاح یعنی دونوں جہان کی کامیابی چاہیے اس کو تزکیۂ نفس یعنی نفس کی اصلاح کرانا ضروری ہے اور اگر اصلاح نہیں کرائی اور اللہ والوں کی نظروں سے بچ کر حرام مزے اُڑا لیے تو بھی اللہ تعالیٰ کی نظر سے تو چوری نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہیں، جو لوگ اپنے نفس کی شرارت اور معصیت کی لذت کے عاشق ہیں اور سوچتے ہیں کہ چلو رام رام بھی کرتے رہو اور اللہ اللہ بھی کرتے رہو، گناہ بھی نہ چھوڑو اور ذکر بھی کرتے رہو، سالک وصوفی بھی بنے رہو اور چھپ چھپ کر گناہ کا مزہ بھی اینٹھتے رہو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا نامراد ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے اخلاقِ رذیلہ کو چھپایا اور اصلاح کی فکر نہیں کی لہٰذا کیوں نامرادی کے راستے پر جاتے ہو؟ دیکھو

جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ کامیابی کے راستے بتا رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کامیابی کے راستے کو چھوڑ کر اپنے نفس دشمن کی بات مت مانو۔ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بقول دشمن پیمانِ دوست بشکستی
ببیں کہ از کہ بُریدی و با کہ پیوستی

دشمن یعنی نفس و شیطان کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کے عہدِ وفاء اور پیمانِ دوستی کو توڑتے ہو، یہ تو دیکھو کہ کس سے توڑ رہے ہو اور کس سے جوڑ رہے ہو، ہم سب نے عالمِ ارواح میں اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ کے جواب میں قَالُوۡا بَلٰی کہا تھا کہ نہیں؟

دِل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ اللہ تعالیٰ سے محبت کا عہد ہے

عالمِ ازل میں اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ فرما کر ہم سب کی روحوں میں اللہ نے اپنی محبت کی چوٹ لگا دی تھی، اپنی ربوبیت کی تجلی کا مشاہدہ کرا کر ہم سے اقرار لیا تھا، ہم نے قَالُوۡا بَلٰی کہا تھا کہ بے شک! آپ ہمارے رب ہیں اور یہاں اس عالم میں آ کر بھی وہ چوٹ موجود ہے مگر اس چوٹ کو اُبھارنے کے لیے ایک مخصوص ہوا چاہیے جیسے پہلوان جب اکھاڑے میں چوٹ کھاتا ہے تو ہر ہوا اس چوٹ کو نہیں اُبھار سکتی، پورب یعنی مشرق سے جو ہوا چلتی ہے جسے پوربی ہوا کہتے ہیں اس سے پرانی چوٹیں اُبھر آتی ہیں پھر پہلوان کہتا ہے اُف! اکھاڑے میں استاد نے گردن پر جو گھونسہ مارا تھا وہ آج درد کر رہا ہے، آج پوربی ہوا چل رہی ہے، اسی طرح اللہ والوں کے قرب کی ہوائیں، اللہ والوں کی

آغوشِ محبت کی ہوائیں ہماری روح کی اُس چوٹ کو اُبھار دیتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں لگائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے آدمی کے دل میں نور اور اللہ کی محبت کا درد بڑھتا جاتا ہے اور دنیا کی محبت گھٹتی جاتی ہے، دنیا اسے مردار نظر آنے لگتی ہے، دنیا کی صحیح حقیقت کھلنے لگتی ہے، آنکھوں کا پانی اور موتیا دور ہوتا جاتا ہے اور آنکھیں بنتی جاتی ہیں، آدمی روز بروز دِل کی بصیرت سے دیکھتا ہے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کہاں سے کہاں پہنچ رہا ہوں ؎

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

صحبتِ اہل اللہ روح کی کلیوں کے لیے نسیمِ سحری ہے

تو میرے دوستو! اللہ والوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی پرانی چوٹ اُبھر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اعظم گڑھ کی شبلی منزل میں تقریر کا شرف بخشا۔ اُس وقت پرنسپل سٹی کالج اور سارے پروفیسر موجود تھے تو میں نے سوچا کہ شبلی کالج کے بانی علامہ شبلی نعمانی ہی کا شعر پیش کردوں لہٰذا میں نے کہا کہ آپ لوگ اس کالج کے پرنسپل اور پروفیسر ہیں، آپ کے کالج کے بانی علامہ شبلی نعمانی جو علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے انہوں نے ایک شعر کہا تھا ؎

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

یعنی کلیوں میں جو خوشبو پنہاں ہے تو نسیمِ سحری یعنی صبح کی ہوا ان کلیوں سے کہتی ہے کہ تمہارے اندر جو خوشبو بند ہے وہ کب تک بند رہے گی، اب تیار ہو جاؤ اور میرے جھونکوں کی آغوش میں آجاؤ جو تمہاری مہر توڑ دیں گے اور پھر تم بھی

ہمارے ساتھ سیر کو چلو، خود بھی مہکو اور سب کو مہکاؤ، ذاتی خوشبو کو متعدی کرلو۔ ہماری روح کی کلیوں میں اللہ کی محبت کی جو خوشبو پوشیدہ ہے، اللہ والوں کی صحبتوں کی نسیم سحری کے جھونکوں سے وہ مہر ٹوٹ جاتی ہے ورنہ لوگ اللہ کی محبت کی امانت کو لیے قبروں میں چلے جاتے اور وہ خوشبو اُجاگر نہیں ہوتی، دل کے اندر ہی اندر دفن ہوکر رہ جاتی ہے، نہ خود مہکتی ہے نہ دوسروں کو مہکاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس شعر میں سلوک کا بہت بڑا درس ہے لہٰذا آج میں اسی شعر پر تقریر کروں گا کہ ؂

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے، آ سیر کو چل

اور کلی کی خوشبو سیر کو کب چلے گی؟ جب اس کی مہر ٹوٹ جائے گی اور روح کی کلیوں کی یہ مہر اللہ والے توڑتے ہیں۔ نسبتِ باطنی تدریجاً نہیں اچانک عطا ہوتی ہے اور اس کی مثال میں حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس طرح بچہ آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے اور پندرہ سال میں ایک دن اچانک بالغ ہوجاتا ہے، بلوغ میں تدریج نہیں ہوتی کہ آج چار آنہ بالغ ہوا، کل دس آنہ بالغ ہوا، آہستہ آہستہ بلوغ کی طرف منزل طے کرتا ہے اور جب پندرہ سال کا ہوجاتا ہے تو اچانک ایک دن احتلام ہوجاتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ ایک دن ایک قطرہ نکلا، دوسرے دن تین قطرے نکلے اور آخیر میں ایک دم سے کامل ہوگیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح جسمانی بلوغ اچانک عطا ہوتا ہے اسی طرح نسبتِ باطنی بھی جب عطاء ہوتی ہے آنِ واحد میں اچانک عطاء ہوتی ہے، اس میں تدریج نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ جس کو صاحبِ نسبت بناتے ہیں، جس بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنی نسبتِ خاصہ اور تعلق مع اللہ علی سطح الولایۃ عطا فرماتے ہیں یعنی ولایتِ خاصہ کے اعتبار سے جن کو اولیاء

صدیقین والا تعلق دیتے ہیں اور اس تعلق خاص سے اُس کے دل میں اپنی تجلی فرماتے ہیں تو اُس کے دل میں حق تعالیٰ کی ذات متجلی ہوتی ہے اور یہ تجلی تدریجاً نہیں ہوتی اچانک ہوتی ہے اور مکمل ہوتی ہے جیسے دنیاوی بادشاہ آپ کے کمرہ میں آنا چاہے تو ایسا نہیں کرتا کہ ایک قدم اندر رکھے ایک قدم باہر، مہمان کیسے آتا ہے؟ اچانک آتا ہے اسی لیے خواجہ صاحب نے نسبت کے القاء پر یہ شعر فرمایا ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

عطاءِ نسبت کی علامات مع تمثیلات

اور اس عطاءِ نسبت کی علامت کیا ہے؟ اُس دن ساری کائنات سورج وچاند، بادشاہ اور سلاطین کے تخت وتاج، اہلِ دولت کی دولت نگاہوں سے گر جاتی ہے، یہ علامت خواجہ صاحب اپنے شعر میں پیش کرتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات متجلی ہوتی ہے اس کی نگاہوں میں پوری کائنات کے چراغ بجھ جاتے ہیں، دھیمے پڑ جاتے ہیں، جب سورج نکلتا ہے تو کیا ستارے نظر آتے ہیں؟ اللہ کا سورج جب دل میں نکلے گا تو دنیا کے چاند سورج پھیکے نہ پڑ جائیں گے؟ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جب کسی کو

نسبت عطاء ہوتی ہے تو کیا اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی نسبت عطاء فرمادی؟ سوال کرنے والے خواجہ صاحب تھے اور جواب دینے والے حکیم الامت۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ نے دوستوں سے پوچھا تھا کہ یارو! بتاؤ میں بالغ ہوا یا نہیں یا خود پتہ چل گیا تھا، پس حضرت خواجہ صاحب مسکرائے اور سر کو جھکالیا اور اسی بات میں سب کچھ پالیا۔

حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کو نسبت عطاء فرماتے ہیں تو جس طرح دنیا دی حمل میں نو مہینے کے بعد شدید درد اُٹھتا ہے جس کو دردِ زہ کہتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو حاملِ درد کرتے ہیں، حاملِ نسبت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے چین رہتا ہے، وہ اپنے دردِ محبت کو چھپا نہیں سکتا، وہ ہر وقت اللہ ہی کے گن گاتا ہے اور اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ مجھ کو نسبت عطا ہوگئی۔ دریا میں پانی بہے تو کیا دریا کو پتہ نہیں چلے گا؟ ایک دریا خاک اُڑا رہا ہے، اس میں پانی نہیں ہے، وہاں سب علماء تقریر کررہے ہیں کہ اے دریا پانی کے یہ یہ فوائد ہیں تو دریا کہتا ہے کہ ہمیں تو خاک ہی اُڑانا نصیب ہے، تمہاری تقریروں سے ہمیں پانی تو نہیں مل رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بارش کردی اور دریا پانی سے بھر گیا پھر علماء پانی پر تقریر کرنے پہنچے تو اس نے کہا کہ اب تقریر کی ضرورت نہیں، میرے اندر لبالب پانی بہہ رہا ہے۔ اس پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

باز آمد آبِ من در جوئے من

باز آمد شاہِ من در کوئے من

میرا پانی میرے دریا میں پھر آگیا اور میرا شاہ میری گلی میں پھر آگیا یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگیا۔ اس شعر میں قبض کے بعد بسط کو تعبیر کیا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے جونپور

میں ایک سوال کیا کہ حضرت یہ جو صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو اور صاحبِ نسبت کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہتا ہے تو کیا وہ کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے، ان کو ذہول نہیں ہوتا، جب ہر وقت ان کو اللہ کا دھیان رہتا ہے تو پھر وہ دنیا کا کام کیسے کرتے ہیں، پھر وہ تیل کپڑا کیسے بیچیں گے، مُدَرِّس پڑھائیں گے کیسے اور شادی بیاہ کیسے ہوگا؟ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ خواجہ صاحب دیکھو! وہ دوعورتیں پانی بھر رہی ہیں اور پانی کا ایک گھڑا ان کے سر پر ہے اور ایک بغل میں ہے تو بغل میں جو گھڑا ہے اس کو تو انہوں نے دبایا ہوا ہے لیکن سر پر جو گھڑا ہے اس کو پکڑا ہوا نہیں ہے اور بایاں ہاتھ ہلاتی ہوئی، گفتگو کرتی ہوئی، ہنستی بولتی جارہی ہیں اور دونوں کے سر پر جو گھڑے ہیں وہ ایسے ہی قائم ہیں وہ سر سے گرتے نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا کہ حضرت آپ ہی بتا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کے دل میں دھیان قائم ہے کہ میرے سر پر گھڑا ہے، اگر یہ دھیان ختم ہو جائے تو گھڑا زمین پر آجائے لہٰذا کتنا ہی ہنسیں، کتنی ہی گفتگو کریں لیکن دھیان لگا ہوا ہے کہ میرے سر پر گھڑا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے جو اولیاء ہوتے ہیں ان کو جس حالت میں دیکھو چاہے ہنس رہے ہوں یا رو رہے ہوں ہر وقت ان کو اللہ کا دھیان قائم ہے، ہنسنے میں بھی ان کے دل کا دھیان اللہ کی طرف رہتا ہے۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ روایت فرمائی، میرے اور ان کے بیچ میں کوئی اور راوی نہیں ہے کہ جب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد تھانہ بھون حاضر ہوا تو خواجہ صاحب مولوی شبیر علی صاحب کے دفتر کے دروازہ کی چوکھٹ پکڑے رو رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر اور روئے اور پھر یہ شعر پڑھا۔

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا
نہ ہم نے شاخِ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

مطلب یہ کہ ہم ایسے عاشق ہیں کہ ہم نے اپنا آشیاں نہیں چھوڑا، آج بھی اس کی چوکھٹ پکڑے کھڑے ہیں، چمن کا رنگ تو بدل گیا، حکیم الامت دنیا سے چلے گئے لیکن ہم اس آشیاں کو نہیں چھوڑ سکتے، پھول تو چلا گیا مگر شاخِ گل تو ہاتھ میں ہے، خانقاہ تھانہ بھون تو ہاتھ میں ہے۔ اسی لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ کو بنوادے، جس طرح میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب کی تمنا اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے کراچی کی خانقاہ بنوادی ہے۔ یہ آپ کی خانقاہ ہے، اختر کی نہیں ہے، یہ سارے سالکین کے لیے اللہ اللہ کرنے کی جگہ ہے جیسے آپ لوگ یہاں اللہ اللہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر بھی کرادے تاکہ جب ہم لوگ دنیا میں نہ رہیں گے تو بعد میں بھی یہاں طلبہ سالکین آئیں گے اور اللہ اللہ کریں گے۔

خانقاہ تھانہ بھون کی اجمالی تاریخ

تھانہ بھون کی خانقاہ کس نے بنوائی تھی اور کس طرح بنوائی تھی؟ آج خانقاہ تھانہ بھون کی تاریخ بھی سن لیجئے! اصل میں یہ خانقاہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بنوائی تھی۔ ایک زمیندار مقدمہ میں پھنسا ہوا تھا، اس کی ساری جائیداد داؤ پر لگ گئی تھی، وہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت میرے لیے دعا کردیں کہ میں مقدمہ میں جیت جاؤں، اگر فیصلہ میرے خلاف ہوگیا تو میری ساری جائیداد ضبط ہوجائے گی، میں بالکل تباہ ہوجاؤں گا۔ میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حاجی امداد اللہ صاحب کو خواب میں حکم دیا کہ جاؤ ان سے بیعت ہو جاؤ حالانکہ میاں جی ایک چھوٹی سی مسجد میں قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے لیکن واہ رے میاں جی ؎

پیا جس کو چاہے سُہاگن وہی ہے

جس کو محبّ چاہے وہی اصلی محبوب ہے، کوئی عورت لاکھ خوبصورت ہو لیکن اگر شوہر اس کی طرف نظر نہیں کرتا تو اس کی ساری زندگی روتے ہوئے گذرتی ہے، اس کا سارا حسن بے کار ہو جاتا ہے اور اگر عورت کالی کلوٹی ہے مگر شوہر اسے پیار کرتا ہے تو حسین عورت نے اس کالی کلوٹی عورت سے کہا کہ میں تو اتنی حسین ہوں پھر بھی میرا شوہر مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور تو کالی کلوٹی ہے مگر تیرا شوہر تجھ سے پیار کرتا ہے تو اس عورت نے کہا ؎

پیا جس کو چاہے سُہاگن وہی ہے

لہٰذا بعض اوقات بڑے بڑے اِشراق واوّابین پڑھنے والے کسی غلطی اور جرم کی وجہ سے اللہ کے یہاں مبغوض ہوتے ہیں اور بعض اوقات کم نفل پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی ادا کی وجہ سے محبوب ہوتے ہیں۔ لہٰذا اعمال پر نظر مت کرو، اعمال تو کیجیے مگر نظر رحمت پر ہو کہ کام اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے بنے گا۔

تو میاں جی نے زمیندار سے کہا کہ اچھا میں دعا تو کرتا ہوں لیکن میرا ایک خلیفہ ہے، اس کا نام امداد اللہ ہے، تم تھانہ بھون میں اس کے ذکر کرنے کی جگہ بنا دو، اس کا گھر تو ہے مگر خانقاہ نہیں ہے۔

خانقاہ کے معنیٰ

ایک مرتبہ ایک سائل نے مجھ سے پوچھا کہ آپ جو خانقاہیں بنوا رہے ہیں تو خانقاہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ میں نے غیاث اللغات میں دیکھا تو اس میں خانقاہ کے معنیٰ لکھیں ہیں جائے بودنِ دُرویشاں یعنی فقیروں کے رہنے کی جگہ، جہاں

چند فقیر بیٹھ کر اللہ اللہ کریں چاہے وہ دریا کا کنارہ ہو یا جنگل ہو وہی خانقاہ ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عورت نے ایک عورت سے پوچھا کہ بہن فوج کسے کہتے ہیں؟ اس نے ہنس کر کہا ارے تیرا مرد ہوا، میرا مرد ہوا، اِس کا مرد ہوا، اُس کا مرد ہوا فوج بن گئی تو ایسے ہی خانقاہ ہے، ایک دُرویش گیا دوسرا دُرویش آ گیا، کوئی سلہٹ سے آ گیا کوئی برما سے آ گیا، چند دُرویش بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگے اور بس خانقاہ تیار ہو گئی۔

تو حضرت میاں جی نے زمیندار سے فرمایا کہ تم اپیل دائر کر دو میں دعا کرتا ہوں لیکن خانقاہ بنانے کا وعدہ کرو، حضرت میاں جی اپنے مرید کے لیے وعدہ لے رہے ہیں، بعض اوقات شیخ اپنے مرید پر فدا ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما رہے ہیں حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ اے صحابہ! میرا نبی تم پر حریص ہے اور حریص کی تفسیر علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ کی ہے کہ حَرِیۡصٌ عَلٰی اِیۡمَانِکُمۡ وَصَلَاحِ شَانِکُمۡ یعنی میرا نبی تمہارے ایمان پر اور تمہاری اصلاحِ حال پر حریص ہے۔

شیخ کی اپنے بعض مرید پر خاص شفقت

اسی طرح بعض دفعہ شیخ اپنے مرید کی صلاحیت اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے اس پر عاشق ہوتا ہے۔ تو حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمیندار سے وعدہ لے کر اس کے لیے دعا فرمائی۔ اس نے تھانہ بھون میں خانقاہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا لیکن پھر اس کی نیت خراب ہو گئی اور اس نے آدھی خانقاہ تعمیر کروا کر کام رکوا دیا، کچھ دن بعد اِلٰہ آباد ہائیکورٹ سے فیصلہ بذریعہ رجسٹری آیا کہ آدھی زمین ملے گی آدھی نہیں ملے گی۔ یہ حضرت میاں جی کے پاس رجسٹری لے کر گیا کہ حضرت یہ کیا ہو گیا؟ آپ سے دعا کرنے کو کہا تھا،

آپ نے یہ کیسی دعا کی کہ آدھی زمین ملی؟ حضرت میاں جی نے فرمایا کہ تو نے بھی تو وعدہ پورا نہیں کیا، اللہ کے راستہ میں تیری نیت بھی تو خراب ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت توبہ کرتا ہوں، اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ حضرت میاں جی نے پھر دعا فرمائی اور اس کی زمین بحال ہوگئی۔

دوستو! اللہ کا خزانہ تمہارے پیسوں سے بے نیاز ہے، خدائے تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے تو دیکھو، وہ تمہارے دل کو وہ بہاریں دیں گے کہ سارے دولت مند تم پر رشک کریں گے، باطنی دولت بھی دیں گے اور دنیا میں بھی برکت دیں گے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چندہ کی اپیل پر اپنا مال پیش کیا تو اشرفیوں، دنانیر اور دراہم کے ڈھیر لگا دیئے حالانکہ اس وقت شدید تنگی کا زمانہ تھا۔ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اشرفیوں اور دراہم کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں گرا کر اس کی آواز سے اظہارِ مسرت فرما رہے تھے اور فرمایا کہ اے خدا! تیرا نبی عثمان سے راضی ہوگیا تو بھی عثمان سے راضی ہوجا۔ یہ دولت کیسی بہترین دولت تھی جس سے نبی راضی ہوگیا، اللہ راضی ہوگیا، اصل دولت تو یہی ہے ورنہ جو دولت خدا اور رسول کی راہ میں خرچ نہیں ہوگی وہ دولت جنازے پر دولات مارتی ہے اور مٹی میں دفن کردیتی ہے۔

بڑے پیر صاحب کا ارشاد

حضرت بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی اللہ کی محبت سیکھتا ہے، ذکر کرتا ہے، گناہ چھوڑنے کی مشقت برداشت کرتا ہے اور کچھ دن میرے مشوروں پر عمل کرکے اللہ والا بن جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ مجھ پر فدا ہو میں ہی اس پر قربان ہوجاتا ہوں کہ میرا کارخانہ، میری تجارت تیار ہوگئی، قیامت کے دن میں اس کو اللہ کے

حضور پیش کردوں گا۔

مولانا رومی کی مولانا حسام الدین سے محبت

جیسے مولانا حسام الدین، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے پیارے خلیفہ تھے، ساری مثنوی ان ہی کی لکھی ہوئی ہے، مولانا رومی پر اشعار وارِد ہوتے جاتے تھے اور مولانا حسام الدین لکھتے جاتے تھے۔ مولانا اپنے اس لائق مرید کے بارے میں فرمارہے ہیں ؎

اے حسام الدیں ضیائے ذوالجلال
میل می جوشد مرا سوئے مقال

پیراپنے مرید کی تعریف کررہا ہے کہ اے حسام الدین تم اللہ کی روشنی ہو، مثنوی کے لیے مجھے جوش آرہا ہے، کاغذ قلم لاؤ اور مثنوی لکھو تو پیراپنے مرید کی تعریف کررہا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں تو منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت آئی ہے، اس کو اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر تعریف قابلِ ممانعت نہیں ہوتی، حدیث پاک ہے:

﴿اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ فِیْ وَجْھِہٖ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِہٖ﴾
(المعجم الکبیر للطبرانی، ج: ۱، المستدرک علی الصحیحین، کنز العمال ج: ۱)

جب مومن کامل کے منہ پر اس کی تعریف ہوتی ہے تو اس کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے کہ یہ ہماری نہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، اگر کوئی مٹی کے برتن کی تعریف کررہا ہے تو حقیقت میں یہ اُس کی تعریف ہے جس نے اِسے بنایا ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

مدح توحیف است در زندانیاں
گویم اندر مجمع روحانیاں

یہ زندانی لوگ، یہ تیرے پیر بھائی جو نفس کے قیدی ہیں، جن کی ابھی اِصلاح

نہیں ہوئی، یہ حسد میں گرفتار ہیں، جب میں تیری تعریف کرتا ہوں تو یہ حسد سے جل کر خاک ہو جاتے ہیں، ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ پیر صاحب کو کیا ہو گیا کہ یہ حسام الدین کو بہت زیادہ مانتے ہیں، حسد کے بیمار تیرے پیر بھائیوں کو افسوس ہوتا ہے کہ میں تیری تعریف کیوں کرتا ہوں؟ اب میں روحانیوں کی مجلس تلاش کروں گا اور ان کے سامنے تیری تعریف کروں گا۔ ایران کے لوگ اللہ والے صوفیاء کو روحانی کہتے تھے، یہ سینکڑوں سال پرانی اِصطلاح ہے۔ تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میں مجمع روحانیاں تلاش کروں گا اور وہاں تیری تعریف کروں گا۔

قصد کردستند ایں گِل پارہا

کہ بپوشانند خورشیدِ ترا

یہ مٹی کے ڈھیلے، نفس کے غلام، انہوں نے ایک خطرناک ارادہ کیا ہوا ہے کہ یہ تیرے آفتابِ نسبت مع اللہ کو حسد کی مٹی سے چھپا دیں، ان مٹی کے ڈھیلوں کا یہ قصد بہت مذموم قصد ہے۔

آفتابِ نسبت مع اللہ کو حسد کی خاک نہیں چھپا سکتی

میں نے حاسدین کے لیے ایک شعر کہا ہے جو ایک زمانے میں مجھے بہت ستاتے تھے۔ دوستو! جنہوں نے مجاہدے کیے ہیں اُن مجاہدوں سے اُن کے دل میں خون کے دریا بہہ رہے ہیں، دنیا کے حاسدین حسد کی خاک اُڑا کر اس دریائے خون کو چھپا نہیں سکتے۔

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا

کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

معارف مثنوی کے آغاز میں میرے تین اشعار ہیں کہ میں نے مثنوی کی شرح کیوں لکھی؟ میں نے اپنی کتاب کا نام کتاب دردِ دل رکھا ہے۔

معارف مثنوی پر میرا فارسی کا شعر ہے ؎

ایں کتابِ دردِ دل اے دوستاں
کردہ ام تالیف بہرِ عاشقاں

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارفین اللہ والے ہر وقت سکھ چین اور امن میں کیوں ہیں؟ اس لیے کہ انہوں نے دریائے خون سے عبور کیا ہے، نفس کی خواہشات کا خون کیا ہے۔

گناہ کے تقاضوں سے گھبرانا نہیں چاہیے

اپنے نفس کی اصلاح اور تزکیہ میں، گناہوں کے چھوڑنے میں اور اللہ کے راستہ میں غم اُٹھانے میں خواہشات کے تقاضوں سے آپ دل چھوٹا نہ کریں، جب نفس آپ کو گناہ کے لیے بار بار پریشان کرے تو سمجھ لو کہ اب لُوٹنے کا وقت آگیا۔

حفاظتِ نظر پر حسنِ خاتمہ کی بشارت

جب عورتوں کو دیکھنے کے لیے نفس کے تقاضے پیدا ہوں تو نگاہ نیچی رکھو اور سمجھ لو کہ اب حلوۂ ایمانی کھانے کا وقت آگیا، بازاروں میں، سڑکوں پر، ائیر پورٹوں پر حلوۂ ایمانی لُٹ رہا ہے، حسنِ خاتمہ کے فیصلے ہو رہے ہیں کیونکہ حلاوتِ ایمانی نظر بچانے پر موقوف ہے اور حلاوتِ ایمانی پر حسنِ خاتمہ موعود ہے وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلاَ وَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْباً لَّا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَداً ملا علی قاری نے روایت نقل کی ہے کہ حلاوتِ ایمانی عطا ہونے کے بعد واپس نہیں لی جاتی فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ اس میں حسنِ خاتمہ کی

بشارت ہے کیونکہ جب دل میں حلاوتِ ایمانی ہوگی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ لیکن آپ کو حسنِ خاتمہ کا فیصلہ کہاں ملے گا؟ یہ سڑکوں پر عورتوں سے نظر بچانے پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، ہوائی جہاز کے اڈّوں پر اور لڑکیوں کے اسکول کے روڈ پر نظر بچانے سے ملے گا، آپ جہاں نظر بچائیں گے وہیں اللہ تعالیٰ آپ کو حلاوتِ ایمانی اور ایمان پر مرنے کی بشارت دے گا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو گناہ کا تقاضہ پریشان کرتا ہے، اگر ہم گناہ نہیں کریں گے تو پریشان رہیں گے تو کیا آپ پریشانی کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کا دل اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ قیمتی ہے؟ مشہور شاعر مومن کا سالہا سال پرانا ایک دوست تھا جس کا نام آرزو تھا، جب مومن اہلِ حق سے منسلک ہوئے تو آرزو سے کہا کہ خبردار! جب تک تم بدعت سے توبہ نہیں کر لیتے مجھ سے بات مت کرنا، اب میں تمہاری صورت بھی نہیں دیکھوں گا، جب تم توبہ کر لو گے تب تمہاری میری قدیم دوستی واپس آئے گی ورنہ اللہ کے لیے اس دوستی کو ختم کر رہا ہوں لیکن پرانا دوست انہیں یاد بہت آتا تھا، آرزو کی یاد بہت آتی تھی، ایک دن مومن نے دل سے کہا کہ دیکھ اے دل! اب اگر تو آرزو بدعتی کو یاد کرے گا تو تجھے سینے سے نکال کر پھینک دوں گا، لہٰذا مومن کہتا ہے ؎

لے آرزو کا نام تو دل کو نکال دوں
مومنؔ نہیں جو ربط رکھیں آرزو سے ہم

نسبت مع اللہ کے حصول کا واحد راستہ اہل اللہ کی محبت ہے

آپ بھی نفس سے کہہ دیں کہ اے نفس! اگر تو اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آتا تو میں تیری سرکوبی کروں گا، تجھے قید کر دوں گا مگر یہ ہمت وقوت

آئے گی کیسے؟ گناہوں سے بچنے کے لیے جان دینے کی ہمت کیسے آئے گی؟ اور جان سے زیادہ، اہل وعیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دل میں کیسے آئے گی جبکہ یہ محبت مطلوب بھی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ سے کتنی محبت مانگی ہے؟ بخاری شریف کی حدیث ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

اے اللہ! مجھے اپنی اتنی محبت دے دیں کہ آپ مجھے میری جان سے زیادہ پیارے ہوں، اہل وعیال سے زیادہ پیارے ہوں اور پیاس کی شدت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہوں۔ مگر یہ محبت ملے گی کیسے؟ اس کا نسخہ بھی اسی حدیث کے پہلے جز میں موجود ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور تیرے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو آپ کی محبت کا باعث ہو۔ ظالم ہے وہ ملا جو اہل اللہ سے مستغنی ہوتا ہے، جو مولوی خدا کے عاشقوں سے اِعراض کرتا ہے، اِستغناء کرتا ہے وہ نبی کی دعا کی رُو سے اپنا فیصلہ کرلے کہ نبیوں کا سردار خدا سے خدا کے عاشقوں کی محبت مانگ رہا ہے اور یہ ظالم شمس بازغہ اور صدرا پڑھ کر اپنے آپ کو اہل اللہ سے مستغنی سمجھ رہا ہے۔ ایسے ملا کے لیے میرا شعر ہے ؎

کہاں پاؤ گے صِدرا بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

اور اللہ کی محبت کی یہ دولت کیسے ملتی ہے؟

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

اللہ تعالیٰ کے نبی نے اللہ والوں کی محبت درمیان میں مانگی ہے، اللہ کی محبت اور اعمالِ صالحہ کی محبت اِن دونوں محبتوں کے درمیان میں یہ جملہ رکھ دیا کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں، درمیان کا یہ جملہ دونوں محبتوں کے لیے رابطہ کا کام دے رہا ہے یعنی اس جملہ کا رابطہ اللہ کی محبت سے بھی ہے اور ان اعمالِ صالحہ کی محبت سے بھی ہے جو اللہ کی محبت کا سبب ہیں چنانچہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تک پہنچنے کا اور اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنے کا راستہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، اللہ والوں کی محبت سے اللہ بھی ملے گا اور اعمالِ صالحہ بھی ملیں گے، اللہ والوں کی محبت سے عشقِ خدا بھی ملے گا اور عشقِ اعمال بھی ملے گا اور جب یہ چیزیں جمع ہو جائیں گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ جان سے زیادہ عزیز ہو جائیں گے۔

اہل اللہ کو آزمانا نادانی ہے

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کا امتحان کر کے دیکھ لو ان کو ثابت قدم پاؤ گے، یہ امتحان میرے ایک نادان دوست نے کیا تھا، وہ اس وقت میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہیں ہوا تھا، سیتا پور میں اس شخص کا باپ آنکھ بنوانے گیا، حضرت شاہ عبد الغنی صاحب سے

اس کے باپ کی دوستی تھی، اس نے کہا حضرت! سیتا پور میں آپ کے مرید بھی ہیں، اگر آپ تکلیف فرمادیں تو کھانے پینے کا انتظام آپ کے مریدوں کے یہاں ہو جائے گا، اللہ والے کریم ہوتے ہیں لہٰذا حضرت کی برکت سے اس کا یہ مسئلہ حل ہو گیا، اس کے بعد اس نادان نے بتایا کہ میں نے شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لیا۔ یہ شخص مرید ہونے سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں نظر کا سخت بیمار تھا، جس بازار میں یہ ملازم تھا اس سے آدھ میل کی دوری پر ریلوے اسٹیشن تھا، اس اسٹیشن پر مختلف اوقات میں چار ریلیں آتی تھیں، جب ریل کی آواز آتی یہ دکان چھوڑ کر بھاگتا اور زنانہ ڈبہ میں عورتوں کو گھورتا تھا۔ آدمی جیسا خود ہوتا ہے اللہ والوں کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت کا امتحان لیا، اس وقت وہ حضرت سے بیعت نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت میرے والد صاحب کی عیادت کے لیے سیتا پور آئے اور سڑک پر جارہے تھے کہ سامنے سے ایک بہت خوبصورت لڑکی آئی۔ اس نے کہا کہ آج دیکھتا ہوں کہ مولانا اس کو دیکھتے ہیں یا نہیں۔ جیسے ہی وہ لڑکی سامنے سے گذری حضرت کو ابکائی آگئی اور چہرۂ مبارک دوسری طرف کر کے بلغم تھوک دیا۔ تب اس شخص کی آنکھیں کھلیں اور اپنی حماقت پر بہت نادم ہوا کہ اللہ والوں کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

ایک چور پھانسی پر چڑھ رہا تھا تو حضرت جنید بغدادی نے اس کا پیر چوم لیا۔ مریدوں نے کہا کہ آپ نے ایسے نالائق کا پیر کیوں چوما؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اس کو نہیں چوما بلکہ اس کی استقامت کو چوما ہے کہ یہ ظالم کتنی استقامت اور ہمت والا تھا کہ چوری کی سزا میں ڈنڈے کھاتے کھاتے پھانسی تک پہنچ گیا، جان دے دی مگر چوری کرنا نہیں چھوڑا، ہم لوگ نیک کام میں جان نہیں دیتے اور

یہ شر پر اتنا جما ہوا تھا کہ جان تک دے دی، ہمیں اللہ نیکی پر ایسی استقامت دے۔

توبہ سے رِند بادہ نوش بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے

تو جناب وہ نظر باز نظر بازی کرنے چار مرتبہ ریلوے اسٹیشن جاتا تھا، پھر وہ حضرت سے بیعت ہوا اور اتنا عبادت گذار ہے کہ اس سے کرامتیں ظاہر ہو رہی ہیں، اس لیے کسی کو حقیر مت سمجھو، بعض اوقات یہ پتنگ باز، یہ نظر باز جب اللہ کی طرف آتے ہیں تو بہت بڑے ولی اللہ بن جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے ۔

نیا توبہ شکن جب داخلِ مے خانہ ہوتا ہے
نہ پوچھو رنگ پر پھر کس قدر مے خانہ ہوتا ہے

خواجہ صاحب نے تھانہ بھون کو، تھانہ بھون کے رِندوں کو، تھانہ بھون کے مستوں کو اور شرابِ محبتِ الٰہیہ کے عاشقوں کو اس طرح سے تعبیر کیا ۔

میں اب بادہ نوشوں میں جاکر رہوں گا
میں جینے کا اب کچھ مزہ چاہتا ہوں

بادہ نوشوں سے مراد ہے کہ میں اللہ کے عاشقوں کی مجلس میں جا رہا ہوں، میں جینے کا اب کچھ مزہ چاہتا ہوں، تو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

نیا توبہ شکن جب داخلِ مے خانہ ہوتا ہے
نہ پوچھو رنگ پر پھر کس قدر مے خانہ ہوتا ہے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی گنہگار دین میں داخل ہوتا ہے تو بتاؤ کتنی خوشی ہوتی ہے، کوئی ڈاکو، کوئی چور، کوئی شرابی کبابی توبہ کر کے خانقاہ میں آجائے اور اللہ کی یاد میں رونے لگے تو دل چاہتا ہے کہ اس کے قدم چوم لیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور زازان کا واقعہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جا رہے تھے تو دیکھا کہ زازان نامی گویّا ساز بجا بجا کر گا رہا تھا اور شائقینِ خمر یعنی شرابی اس کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کاش یہ اس اچھی آواز سے قرآن پڑھتا، یہ بات اس تک پہنچ گئی، اس نے پوچھا مَنْ ھٰذا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا ھٰذَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یہ رسول اللہ کے صحابی ہیں، اس گویّے نے پوچھا اَیْش قَال انہوں نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا یَالَیْتَ ھُوَ یَقْرَأُ الْقُراٰنَ بِھٰذَا الصَّوْتِ الْحَسَنِ کاش یہ اس اچھی آواز سے قرآن پڑھتا۔ بس اس نے ساز توڑ دیا اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں سے لپٹ گیا اور کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں اور رونے لگا، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شرابی اور گانے بجانے والے کو گلے لگا کر خود بھی رونے لگے، سب نے اعتراض کیا کہ ایک فاسق و فاجر کو جو ابھی ابھی گندے ماحول سے آرہا ہے آپ نے اتنا اونچا درجہ دے دیا کہ آپ اس سے لپٹ کر رو رہے ہیں تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ جب اس نے توبہ کرلی تو قرآن میں خدا کا وعدہ ہے کہ ہم توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتے ہیں تو جب خدا کا محبوب مجھ سے لپٹ کر رو رہا ہے تو میں کیوں نہ روؤں؟ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

حقیقت میں تو میخانہ جبھی میخانہ ہوتا ہے
تیرے دستِ کرم میں جب کبھی پیمانہ ہوتا ہے

ارواحِ عارفین کی مستی و سرشاری

جب اللہ والوں کے ہاتھ سے پیمانہ مل رہا ہو، خدا کے عاشق جام و مینا لُٹا رہے

ہوں تو اللہ کی محبت کا مے خانہ تو اسی وقت گرم ہوتا ہے اور بقول مولانا رومی ؎

بادہ افراواں و خم و جامِ مے
بوسہ بے اندازہ و لب ناپدید

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو اپنی محبت کے بے شمار بادہ وخم و جام پلاتا ہے، خم کے خم پلاتا ہے، جامِ مے دیتا ہے اور لبِ نادیدہ سے بے اندازہ و غیر محدود بوسے لیتا ہے، خدا کے ہونٹ نظر تو نہیں آتے لیکن اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے قلب و جان محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بے شمار بوسے لے رہے ہیں، بے شمار پیار لے رہے ہیں، ہم نے مرنے، گلنے سڑنے، ہگنے موتنے والی لاشوں سے نظر بچائی، مقاعد الرجال اور فروج النساء کو چھوڑا، کوئی مرکزِ بول ہے، کوئی مرکزِ براز ہے، یہ سب ہگنے موتنے والے ہی تو ہیں، جب ان سے نظر بچائی اور چند دن اللہ اللہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے قلب و جاں کو کیا انعام عطا فرمایا؟ اللہ والے جو محسوس کرتے ہیں وہ ہم اور آپ نہیں سمجھ سکتے، کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جلال الدین رومی نے غلط بیانی کی، میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل حقیقت ہے یعنی اللہ کے عاشقین اور عارفین اس بادۂ فراواں کو محسوس کرتے ہیں، خدائے تعالیٰ اپنے عاشقوں کو محبت کی بادۂ فراواں وخم و جامِ مے عطا کرتا ہے، بادۂ افراواں پلاتا ہے۔

دوستو! بس چند دن محنت کرلو پھر آپ کے دل و جان محسوس کریں گے کہ ڈھاکہ نگر کی اس مسجد میں اور رمضان کے اس مبارک مہینہ میں اختر کیا کہہ گیا تھا، ان شاء اللہ اس کے بعد آپ کے قلب و جان وہی محسوس کریں گے جو مولانا رومی نے فرمایا ہے ؎

بادہ افراواں و خم و جامِ مے
بوسہ بے اندازہ و لب ناپدید

اللہ تعالیٰ کے ہونٹ نہیں نظر آئیں گے ورنہ یومنون بالغیب کا پرچہ آؤٹ ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ پرچہ آؤٹ نہیں کرنا چاہتے، پرچہ آؤٹ ہونے کے بعد یہ عالمِ امتحان نہیں رہے گا، ایمان بالغیب نہیں رہے گا اس لیے اپنے لبوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں مگر پیار کو محسوس کرادیتے ہیں، ہونٹوں کو چھپائے ہوئے ہیں تاکہ میرے عاشقین یومنون بالغیب رہیں، ان کا عالمِ امتحان عالمِ امتحان رہے تاکہ عالمِ غیب قبل از وقت عالمِ شہادت نہ بن جائے چنانچہ اپنے ہونٹوں کو تو پوشیدہ کردیا لیکن اپنے بے شمار بوسے محسوس کرادیئے، اتنا پیار تو ماں باپ بھی نہیں دے سکتے، اماں اپنے بچہ کے بے شمار بوسے کیسے لے سکتی ہے؟ چند بوسوں کے بعد ہی اس کے سر میں درد ہوجائے گا، وہ تھک جائے گی مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے نزول سے نہیں تھکتے، جس کے دل وجان کو خدا کا پیار عطا ہوتا ہے واللہ! اس کے سامنے سلطنت اور تخت وتاج کیا چیز ہے، اگر ساری دنیا کے مرنے والے حسین اس کا چوما لیں تو بھی خدا کے پیار کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

دنیا بھر کے حسین مردہ ہی تو ہیں، اگرچہ ابھی مرے نہیں ہیں لیکن مرنے والے تو ہیں، اگر ایک مردہ دوسرے مردے سے لپٹا ہوا ہو تو آپ اس کو دیکھ کر لالچ کریں گے یا یہ کہیں گے کہ دونوں بے وقوف ہیں، اسی لیے اللہ والوں نے ساری کائنات سے نظر ہٹا کر اللہ تعالیٰ سے دوستی ومحبت کا رشتہ قائم کیا ہے، یہ تعلق مع اللہ وہ دولت ہے جو آپ کو سارے بنگلہ دیش بلکہ پورے عالم سے بے نیاز کردے گی اور جب آپ جنگل کی تنہائی میں ٹاٹ کے بوریئے پر پھٹے پرانے لباس میں پنتھا بھات اور چٹنی روٹی کھا کر محبت سے اللہ کہیں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی سلطانِ وقت نہیں ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر\
تو اپنا بوریہ بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور ان سے نجات کا طریقہ

دوستو! ذرا سوچو کہ ہم کہاں پڑے ہوئے ہیں؟ یہ مرنے والے تمہیں مار ڈالیں گے، تمہارے دل کو مردہ کردیں گے، تمہیں عذابِ الٰہی میں مبتلاء کردیں گے، تمہارے چہروں پر ایسی لعنتیں برسا دیں گے جن کی وجہ سے تمہارے چہروں پر خباثتیں معلوم ہوں گی، تمہاری کمر ٹیڑھی کردیں گے، تمہارے دل میں اختلاج پیدا کردیں گے، تمہاری آنکھوں کی روشنی ختم کردیں گے، تمہارے پاؤں گھسیٹتے ہوئے تمہیں کتے کی موت ماردیں گے، اگر تم نے توبہ نہ کی، یہ تو دنیا کی ذلت ہے اور آخرت میں مرنے کے بعد پتہ چلے گا لہٰذا ہمت کرو۔

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن
چوں علی وار ایں درِ خیبر شکن

بھالہ اٹھاؤ اور نفس پر مردانہ وار حملہ کرو، زنانہ چوڑیاں اُتار دو اور نفس کے خیبر کو توڑ کر پارہ پارہ کردو، جنہوں نے چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں، جو اپنی نظر نہیں بچا رہے ہیں، نفس کا کہنا مان لیتے ہیں اور نفس کا مقابلہ نہیں کرتے سمجھ لو کہ وہ نفس کے مقابلہ میں چوڑیاں پہن چکے ہیں، عورتیں بن چکے ہیں، یہ مرد نہیں ہیں کیونکہ یہ ھویٰ پرست ہیں، ان کو خواہشاتِ نفسانیہ کا حیض آرہا ہے جو حیض الرجال ہے۔ مولانا رومی ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اے رفیقو! ایں مقیل و ایں مقال
اتقوا! ان الھویٰ حیض الرجال

لہٰذا ارادہ کرلو کہ آج سے حسین عورتوں اور امردوں کو نہیں دیکھیں گے، ارادہ کرلو کہ اپنے مالک کو راضی کرنا ہے، جان جائے تو جانے دو مگر تمام گناہوں سے توبہ کرلو اور جان کی بازی لگانے کا ارادہ کرلو، اے خدا! ہماری جانوں کو قبول کرلے

اور ہمارے اس ارادہ کو بھی قبول کر لے، ہمیں جان لٹانے کا ارادہ اور ہمت عطا کر دے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ یہ بھی تو سوچیں کہ جب آپ نے گناہ چھوڑے تو اللہ نے آپ کو جو دیا وہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنو۔

بادۂ افراواں و خم و جامِ مے
بوسہ بے اندازہ و لب ناپدید

بادۂ افراواں اللہ تعالیٰ بے شمار محبت کی شراب پلا رہے ہیں، یہ بادۂ معرفت، یہ محبت کی شراب اگر بادشاہ پی لیں تو واللہ! اپنی سلطنت اور تخت و تاج پر ان کو ندامت ہوگی، وہ کہیں گے کہ ہم کس خسارہ میں مبتلاء ہیں، اصلی بادشاہ تو یہ اللہ والے ہیں، ہم لوگ تو ہوائی بادشاہ ہیں، ہماری شاہی ہوا پر ہے، اصلی شاہ یہ ہیں اور اصلی شاہ کس کو کہتے ہیں۔

شاہ آں باشد کہ از خود شہ شود
نے زلشکر نے ز دولت شہ شود

اصلی شاہ وہ ہے جو اپنی باطنی دولت سے شاہ ہو، اپنی ذات سے شاہ ہو، فوج اور دولت سے شاہ نہ ہو کہ دولت ضائع ہو سکتی ہے، لشکر اور فوج بغاوت کر سکتی ہے لیکن کسی اللہ والے کو کسی فوج کی بغاوت کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس کی شاہی اپنی ذات سے ہے، اس کی نسبت مع اللہ کی دولت اس کے اپنے قلب میں ہے۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والے اصلی شاہ ہیں اور دنیا والے بادشاہ ہیں، ان کی بادشاہت بادیعنی ہوا پر ہے، اللہ والوں کو بادشاہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ بادشاہوں کی بادشاہت لشکر، شاہی خزانہ اور فوج سے ہوتی ہے اور اللہ

والوں کی شاہی نسبت مع اللہ کے اُس چاند سے ہوتی ہے جو اُن کے باطن میں ہوتا ہے، وہ یہ چاند قبروں میں لے کر جاتے ہیں اور میدانِ حشر میں بھی نسبت مع اللہ کے اس چاند کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ہوں گے، وہ ہر جگہ اس کے قرب کی دولت سے مالا مال ہیں چاہے جہاں کہیں بھی ہوں ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو، تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

دوستو! اللہ والوں کی دولت کا ہمیں پتہ نہیں ورنہ یہ نظر نہ بچانا اور دیگر گناہ ہم پر سخت گراں گذرتے، گناہوں میں ملوث ہونا بدبختی کی علامت ہے، جس کی قسمت خراب ہوتی ہے وہی اللہ کے غضب میں گرفتار رہتا ہے، اس لیے مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار مردانہ بزن

عورتوں کی طرح مت رہو، عورتوں جیسی زندگی مت گذارو، ہمت سے کام لو، رمضان کے اس مبارک مہینہ میں نفس پر مردانہ وار حملہ کرو، سارے گناہوں سے توبہ کرو، بدنگاہی والا بدنگاہی سے، غیبت والا غیبت سے، گانا سننے والا گانا سننے سے، عورتوں کا عاشق عورتوں کے عشق سے، لڑکوں کا عاشق لڑکوں کے عشق سے ان ساری چیزوں سے توبہ کر کے آج اللہ تعالیٰ سے عہد کرو کہ ہم تقویٰ کی حیات گذاریں گے پھر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے بے اندازہ بوسہ و پیار ملیں گے۔

مجلس ختم ہو رہی ہے، اب آخری شعر سن لو، دیکھو دین کی مجلس ویسے ہی کم نصیب ہوتی ہے لہٰذا جو موقع ملے اسے غنیمت جان لو، خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

حقیقت میں تو مے خانہ جبھی مے خانہ ہوتا ہے
تیرے دستِ کرم میں جب کبھی پیمانہ ہوتا ہے

دین کی مجلس کے لیے، اللہ والوں کی مجلس کے لیے اس سے بہترین تعبیر کیا ہوسکتی ہے اور مے خانہ سے مراد دنیاوی شراب نہ سمجھ لینا، اس سے اللہ کی محبت و معرفت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب کے سامنے دنیاوی شراب کی کیا حقیقت ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بادہ از ما مست شد نے ما ازو

شراب مجھ سے مست ہوتی ہے، میں شراب سے مست نہیں ہوتا ؎

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست

دنیاوی شراب میری مستی کی گدا اور فقیر ہے اور آسمان اپنی گردش میں میرے ہوش کا قیدی ہے، میرے باطن کا ایک جز ہے۔ اب خواجہ صاحب کے اسی شعر پر آج کی مجلس ختم ہورہی ہے ؎

حقیقت میں تو مے خانہ جبھی مے خانہ ہوتا ہے
تیرے دستِ کرم میں جب کبھی پیمانہ ہوتا ہے

کسی اللہ والے کے ہاتھ میں جب شرابِ محبت کا پیمانہ ہوتا ہے تو واقعی وہ مجلس حقیقت میں میخانہ بن جاتی ہے۔ خواجہ صاحب کے اشعار دیکھو تھانہ بھون کا نقشہ کھینچ دیا۔

اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے دردِ محبت کا موتی داخل کردے، ہمارے سیپ خالی ہیں اور منہ پھیلائے ہوئے ہیں ؎

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

ہمارے خالی سیپ کی طرف اپنے کرم اور اپنی رحمت کا ہاتھ بڑھا دیجیے، رمضان کا مہینہ ہے، روزہ کی حالت میں بھوکے پیاسے ہیں، مبارک زمانہ ہے، مبارک

مکان ہے، مسجد میں صالحین، محدثین، طلباء کرام جمع ہیں، اے خدا! ان کی برکتوں سے ہمارے دل و جان کے سیپ میں اپنی محبت کے درد کا موتی داخل فرما دیجئے اور کون سا موتی؟ جو اولیاء صدیقین کے سینوں میں آپ داخل کرتے ہیں وہ دردِ محبت ہماری جانوں کو عطاء فرما دیجئے اور ہمارے دل و جان کو، ہماری روح کو، ہمارے قلب اور قالب کو، ہمارے بچوں کو، ہمارے ماں باپ کو، ہمارے رشتہ داروں کو، ہمارے تمام دوستوں کو جو یہاں موجود ہیں اور جو موجود نہیں سارے عالم کے دوستوں کو اور اے اللہ جنہوں نے دوستی نہیں کی ان کو بھی، ہر کلمہ گو کو اپنی رحمت سے صاحبِ نسبت بنا دیجئے، سارے عالم کے اہلِ کفر کو اہلِ ایمان بنا دیجیے اور اہلِ ایمان کو اہلِ تقویٰ بنا دیجئے، اہلِ ابتلاء و مصیبت کو اہلِ عافیت بنا دیجئے، اہلِ جہل کو اہلِ علم بنا دیجئے اور جو اہلِ معصیت ہیں ان کو اہلِ تقویٰ بنا دیجئے۔

چیونٹیوں کو بلوں میں، مچھلیوں کو دریاؤں میں اور پرندوں کو فضاؤں میں عافیت نصیب فرما دیجئے، سارے عالم پر اپنی رحمت کے دریا اُنڈیل دیجئے، وَ لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اے زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک آپ اپنے خزانوں سے بے نیاز ہیں، آپ کے خزانے ہم فقیروں کے لیے ہیں، دنیا کے بادشاہ اپنے خزانوں کے محتاج ہوتے ہیں مگر آپ اپنے خزانوں سے بے نیاز ہیں تو ہم فقیروں پر اپنے غیر محدود خزانے برسا دیجئے اور ہم سب کو اس کا تحمل بھی عطاء فرما دیجیے تا کہ ہم عجب و کبر میں مبتلاء نہ ہوں، یا اللہ! ہم سب کو ان خزانوں میں ایک عمر بسر کرنے کے لیے زندگی میں برکت بھی عطا فرمائیے تا کہ ہم آپ کی نعمتوں میں رہ کر کچھ دن آپ کے گیت گالیں، آپ کی حمد و ثناء اور تعریف کرلیں اور دوستوں کی ملاقات سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلیں، اے اللہ! میرے جتنے محدثین، علماء اور احباب ہیں ہم

سب کی زندگی میں برکت ڈال دیجیے اور ہم سب کو اولیاء صدیقین کی منتہاء تک پہنچا دیجیے اور ایک عمر اس نسبتِ صدیقین کے ساتھ زندہ رکھیے تا کہ آپ کی نسبت و تعلق کے جو مزے دنیا میں ان اولیاء کی مبارک جانیں لوٹتی ہیں ایک عمر ہم بھی وہ مزے لوٹ کر آپ کے پاس آئیں اور اسی حالت میں ہمارا خاتمہ بالخیر فرمایئے، آمین۔

اے اللہ! جو بیمار ہیں ان کو خوب اچھی صحت دے دیجیے، صحت و عافیت کے ساتھ کم از کم ایک سو بیس سال کی عمر دے دیجیے، دین کی خدمات کے ساتھ اپنی رضاء کے ساتھ، دوستوں کی ملاقاتوں اور معیتوں کے ساتھ، آپ کی رضاء کامل کے ساتھ ہم سب کے سانس میں ابھی کچھ اور برکت ڈال دیجیے کیونکہ ابھی ہماری سانسیں آپ کی نافرمانیوں میں گذر رہی ہیں، ابھی ہماری جوانی آپ کا حق ادا نہیں کر سکی، زندگی میں دوبارہ جوانی عطاء کر دیجیے اور جب زندگی میں دوبارہ جوانی عطاء ہو تو وہ جوانی آپ کے لیے وقف ہو، جوانی کے تقاضے ختم ہو گئے، بال سفید ہو گئے، اے خدا دوبارہ عالمِ شباب دے دیجیے اور اپنی راہ میں اس کو قبول کر لیجیے۔ اے اللہ! اس جوانی کو دین کے پھیلانے میں اور تقویٰ کی راہوں میں خرچ کرنے کی توفیق عطاء فرما دیجیے۔

یا اللہ! اس خانقاہ کی تعمیر کا غیب سے انتظام فرما دیجیے، اس کی تعمیر کا جلد سے جلد انتظام فرما دیجیے اور تعمیر اچھی، مضبوط اور عافیت کی ہو اور اس خانقاہ کو اپنے اولیاء سے قیامت تک آباد رکھیے، جب ہم قبروں میں ہوں تب بھی یہ آباد رہے۔

میرا صبح ٹہلنے کا معمول ہے، اکثر دریاؤں کے کنارے جاتا ہوں اور سلطان ابراہیم ابن ادھم کی سنت کی نقل کرتا ہوں کیونکہ اکثر اولیاء دریاؤں کے

کنارے رہے ہیں، دریاؤں کی موجوں سے اپنے قلب میں اللہ کے قرب اور معرفت کی لہریں حاصل کیں لیکن ہمارے پاس موٹر کم ہیں، ایک موٹر میں بیس آدمی بیٹھ گئے، دوسری میں چار بیٹھ گئے اور باقی لوگ دیکھتے رہ گئے، ان کے چہرے کی افسردگی دیکھ کر مجھے غم ہوتا ہے، اس لیے اللہ سے مانگتا ہوں کہ میرے جتنے دوست ہیں سب کو صاحبِ کار کر دیجئے اور ان کو توفیق بھی دیجئے کہ جب تک یہاں قیام رہے علماء اور صلحاء کے لیے اپنی کار کو سرکاری کام میں لگالیں، اپنی کار کو کارِ سرکار میں یعنی اللہ تعالیٰ کے کام میں لگالیں جو دین کا کام ہے، یہ دین کے خادم ہیں، جیسے بھی ہیں، ٹوٹے پھوٹے خادموں کی بھی قدر کرلو۔

ایک شخص نے شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آج کل کے سفیر چندہ کھا جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کی بھی قدر کرلو کام تو کررہے ہیں، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کھا کر بھی دین کا کام کرنے والے نہیں ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اِصلاح کردے اور ہم سب کا تزکیۂ نفس فرمادے، یااللہ! قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کی آیت کے صدقہ میں، اس آیت کی برکت سے ہم سب کا تزکیہ فرمایئے اور ہم سب کو فلاح دے دیجئے اور وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کی خبیث زندگی سے نجات عطاء فرمادیجیے، ایسا نہ ہو کہ ہم سب خاب ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ دین ودنیا کی تمام عافیتوں سے مالا مال فرمایئے، عفو وعافیت و معافات دے اور جو دعا ہم نہیں مانگ سکے اللہ تعالیٰ بے مانگے ہم سب کو عطا کردے۔ آخر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دعا مانگتے ہیں تاکہ ہر خیر ہمیں مل جائے اور سارے شرور سے پناہ مل جائے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ مِنۡ خَیۡرِ مَا سَئَلَکَ مِنۡہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شَرِّ مَا اسۡتَعَاذَ
مِنۡہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَنۡتَ
الۡمُسۡتَعَانُ وَ عَلَیۡکَ الۡبَلَاغُ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ
اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ
عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ
بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ.

چند متفرق اشعار

سنا بیان کچھ ایسا سکوتِ انجم سے
کہ بے دلیل اسے دل میں پالیا میں نے

جام حسرت کا میں پی رہا ہوں
آپ کے نام سے جی رہا ہوں

اجسام حسینوں کے اختر قبروں میں لٹائے جائیں گے
اوران کے نازک اعضاء سب کیڑوں کو کھلائے جائیں گے

راتوں کو رُلایا کرتے ہیں اور جی کو جلایا کرتے ہیں
ہُشیار رہو اُن چہروں سے جو دل کو پھنسایا کرتے ہیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم